شاعری

ادب کو اجمالی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شاعری اور نثر میں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ د
میں نثر سے پہلے شاعری وجود میں آئی۔ یہ دلچسپ اتفاق ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں یہی صورت حال پیش آئی۔ آخ
ایسا ہوا کیوں؟ لیکن جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو یہ بات ہماری سمجھ میں آجاتی ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ بچے بھی نثر کے مقابلے میں مترنم لوریوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ انسا
تہذیب جب اپنے بچپن میں تھی تو اس وقت اس نے نثر کے مقابلے میں نظم کو ترجیح دی تھی۔

انسان محض توجیہ و استدلال سے ہی کسی بات کو اپنے دل میں محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس معاملے میں
جذبات کا بھی خوگر ہے۔ یہاں شاعر اس کے کا آتا ہے کیونکہ وہ جہاں خارجی اشیاء کا داخلی طور پر مطالعہ کرتا ہے اور ا
کے انسانی رشتوں پر روشنی ڈالتا ہے، وہاں وہ اپنے احساسات اور تخیل کے ذریعہ ان کو چھوتا نظر آتا ہے، اور انھیں زندگ
کی ڈور سے منسلک کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بڑا شاعر ایہام سے زیادہ وضاحت سے کام لیتا ہے۔ اس کا ایہام بھی
مخصوص کیفیت کا بھرپور اظہار ہے۔

شاعری اس کے محسوسات کو نثر کے مقابلے میں زیادہ موثر طریقے سے پیش کر سکتی ہے۔ یونانی زبان میں
شاعر کے معنی ہیں بنانے والے کے۔ گویا شاعر کوئی چیز تخلیق کرتا ہے۔

شاعری کی ان گنت تعریفیں کی گئی ہیں۔ لیکن ابھی تک کوئی بھی ایسی جامع تعریف نہیں کی گئی جس کے اند
شاعری اپنے تمام تر محاسن کے ساتھ سمٹ کر آجائے۔ انگریزی کے مقتدر ادیب ڈاکٹر جانسن سے جب شاعری کی
تعریف کرنے کیلئے کہا گیا تو اُنھوں نے کہا ''جناب یہ کہنا زیادہ آسان ہے کہ کیا چیز شاعری نہیں ہے۔'' حالانکہ ڈاکٹر
جانسن نے اپنی لغت ترتیب دیتے وقت شاعری کا ترجمہ ''موزوں تحریر'' کیا۔ ایک اور انگریزی مصنف کارلائل نے
اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ''شعر مترنم خیال کا نام ہے۔'' ایڈگر ایلن پو کا کہنا ہے کہ ''شاعری محسن کی مترنم تخلیق
ہے۔'' ایک اور نقاد کا خیال ہے کہ ''انسانی دماغ کا یہ ٹھوس اور فنی اظہار ہے جو جذباتی اور مترنم زبان میں ادا ہوتا ہے۔''

شعر سچ پوچھئے تو آوازوں یا لفظوں کے آہنگ کا مجموعہ ہے لیکن یہ آہنگ جہاں شعر کے الفاظ اور الفاظ کے
حروف سے پیدا ہوتا ہے وہاں اس کا تعلق اس کے معنی سے بھی ہے یہی وجہ ہے آہنگ معنی کو متاثر کرتا ہے اور معنی اپنی
جگہ پر آہنگ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ آہنگ شعر کے جمالیاتی تاثر کو بڑھاتا ہے۔ اُردو شاعری میں قافیہ اور
ردیف کے اہتمام نے عام طور پر شعر کے حسن اور لحن میں اضافہ کیا ہے۔ یہ اور بات ہے اس کا میکانکی عمل شعر کو بے
جان بھی کر دیتا ہے کیونکہ اس صورت میں عام طور پر شاعری کی نظر محض الفاظ کے ترنم اور اس کی موسیقی کی طرف منتقل
ہو جاتی ہے اور اس کی آنکھیں شعر کی روح یعنی اس کے معنی اور مفہوم سے ہٹ جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
شاعری میں بے جان الفاظ اور ترکیبوں کی افراط نظر آنے لگتی ہے اور اس کا اسلوب بیان بے جان ہو جاتا ہے۔ اس
کے اندر اگر انفرادیت بھی ہوتی ہے تو وہ بھی اُسے ضرورت سے زیادہ اور غیر متحرک بنا دیتی ہے۔

انگریزی کے مشہور شاعر اور نقاد میتھیو آرنلڈ نے ''شاعری کو زندگی کی تنقید'' کہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ
شاعری کا موضوع تمام انسانی اعمال و خیالات ہیں۔ نہ صرف وہ خیالات جن کا وجود عمل سے پہلے ضروری ہے اور جس
کی مدد سے اعمال کا اظہار ہوتا ہے بلکہ خاص طور پر وہ خیالات جو نسل انسانی کے ذہنی تجربات اور روحانی بلند حوصلگی کا
ذخیرہ ہیں۔

شاعر کی عظمت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے خیالات کو کتنے پرزور اور حسین انداز سے زندگی پر منطبق
کرتا ہے۔ یہاں اس کی مجموعی حیثیت اس کے کا آتی ہے۔ اس کی اخلاقی قوت، اس کا تخیل، اس کے جذبات و
احساسات، اس کی قوتِ فکر اور اس کا ذوقِ جمال، زندگی کی آمیزش سے اس کے فن میں نکھار پیدا کرتے ہیں۔ ورنہ
بڑے سے بڑا موضوع بھی بے اثر ہوگا۔

شاعر اور شاعری کے ان تجزیوں کو دیکھنے کے بعد ہم کو خود غور کرنا چاہئے کہ آخر شاعری ہے کیا۔ ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ نثر کے مقابلے میں انسان نظم کو زیادہ آسانی سے یاد کر لیتا ہے اور دنیا کے بہترین خیالات جنھیں آنے والی نسلیں
ہمیشہ یاد رکھیں گی نظم ہی کے ذریعہ ادا کئے گئے ہیں۔ دنیا میں ہزاروں نظمیں ایسی کہی گئی ہیں جن میں دنیا کے بہترین اور
چنے ہوئے خیالات بہترین الفاظ میں اور بہترین انداز میں محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ انھیں پڑھ کر ہم نہ صرف خوش

نثر

انسان نے جب بولنا شروع کیا ہوگا اور اس کے لئے قدرتی طور پر الفاظ ڈھلنے لگے ہوں گے اس وقت اس نے اپنے خیالات کا اظہار یقیناً نثر کی شکل میں کیا ہوگا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جب اسے ادبی تخلیق کا خیال آیا تو اس نے شعر میں اپنے خیالات، جذبات اور احساسات کو ادا کیا۔ یونانی زبان میں بھی پہلے شاعری کی ابتدا ہوئی لیکن جب تمام فنون لطیفہ ترقی کی جانب آگے بڑھے تو نثر کی ابتدا بھی ہوئی۔ افلاطون نے اپنے ''مکالمات'' اور ارسطو نے ''شاعری'' اور ''خطابت'' پر کتابیں لکھیں۔ عربی زبان کا بھی یہی حال ہے وہاں قرآن سے پہلے کا ادب شاعری کی شکل میں موجود تھا۔ قرآن پہلی نثری کتاب ہے۔ اسکے بعد سے تو پھر عرب میں نثری ادب بڑے زوروں سے پھلا پھولا۔

ابتدائی زندگی میں کاغذ کا کوئی وجود نہ تھا اور لوگ چٹانوں یا پتّروں پر لکھتے تھے تو انھیں چیزوں کا یاد رکھنا بہت مشکل تھا چنانچہ انسان جن چیزوں کو یاد رکھنا چاہتا تھا، اُسے منظوم شکل میں یاد رکھنے میں سہولت ہوتی ہے کیونکہ نثر کے مقابلے میں انسان کا ذہن نظم کو آسانی سے یاد کر لیتا ہے۔ انسان نے اپنے بہترین خیالات نظم میں لکھنے شروع کردئے اور گانے والے لڑکے انھیں یاد کر لیتے اور اِدھر اُدھر گاتے پھرتے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کی نظروں میں آج تک نظم کو نثر پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہے۔ جب انسان نے باقاعدہ لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور اسے اس معاملے میں سہولتیں حاصل ہوئیں تو اس نے نثر کی مختلف شکلوں کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اُسے اپنی بات صفائی اور آسانی سے دوسروں تک پہنچانے میں نظم کے مقابلے میں نثر زیادہ کارآمد نظر آئی۔ ہندستان میں تو اشوک نے نثری کتبوں کے ذریعے اپنے خیالات کا پرچار شروع کیا۔

نثر اور نظم میں ایک امتیازی خصوصیت وزن ہے۔ شاعری میں روایتی طور پر وزن کا عنصر ضروری مان لیا گیا ہے اور عوام الناس اس کی بنا پر نثر اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں خیال کو الفاظ کا پیکر عطا کرتے وقت مصنف اس میں وزن کا اہتمام نہ کرے کیونکہ وہ شاعری کا وصف ہے۔ اس کے علاوہ شاعری کا ایک اور وصف یہ ہے کہ شاعری میں انداز کی اہمیت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ بات کو براہ راست کہنا حسن کلام نہیں سمجھا جاتا اسمیں ایک قسم کے ہلکے پن کا

احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں تشبیہہ سے مدد لینا پڑتی ہے تو کہیں استعارہ بات کو براہ راست کہنے سے بچا لیتا ہے۔ یہاں بات تشبیہ اور استعارے پر آ کر نہیں رُکتی بلکہ یہاں ایہام بھی حسن مانا جاتا ہے یہ ایہام اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ بعض اوقات ایک ایک شعر کے کئی کئی معنی نکلتے ہیں۔ اس سلسلے میں غالب کی شاعری مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے جہاں شعر پر گویا مختلف قسم کے حریری پردے ڈال دئے گئے اور ہر پردہ ایک نئے معنی کے ساتھ اُٹھتا ہے۔

اگر ہم نثر کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ نثر میں بھی تشبیہ اور استعارے کی مدد لی جاتی ہے۔ لیکن یہاں حسن کلام مقصد نہیں ہوتا اور نہ ایہام کی کیفیت پیدا کر کے ایک جملے سے مختلف معنوں کی تہیں نکالتا ہے۔ یہاں تشبیہ اور استعارے سچائی اور حقیقت کو بھرپور طور پر پیش کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ تشبیہ اور استعارے کا یہ استعمال نظم کا اجارہ نہیں اور نہ یہ تحریری ادب کی خصوصیت ہے بلکہ یہ روزمرہ بول چال کا انداز بھی ہے۔ بھوکا بچہ اپنی ماں سے کھانا مانگتے ہوئے کہتا ہے ''ماں کھانا دے دو بھوک سے مرا جا رہا ہوں۔'' یہاں یہ حقیقت ہے کہ بچہ بھوکا ہے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ ایک وقت کا کھانا نہ ملنے سے مر جائے۔ ماں یہ جملہ سن کر فوراً کھانا دیتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ بچے کی موت کا خطرہ ہے بلکہ اس لئے کہ بھوک کی شدت کا اظہار اس جملے سے پورے طور پر ہو رہا ہے۔ استعارے کی وجہ سے بات بھی مختصر اور کیفیت کا بھرپور اظہار بھی ہو گیا۔ اپنے خیالات کا اظہار کرنے کیلئے بڑے بھی تشبیہ اور استعارے استعمال کرتے ہیں اور بچے بھی۔ گویا یہ ابلاغ کا بہترین وسیلہ ہے کہ دوسرے تک بات اچھی طرح پہنچ جاتی ہے۔ نثر میں تشبیہ اور استعارے کا استعمال معانی کے بھرپور اظہار کا ذریعہ ہے۔ یہاں میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ شاعری میں اس کا مقصد معانی کا اظہار نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ شاعری میں اس کے ذریعہ ابہام کی کیفیت پیدا ہو اور معانی کی مختلف صورتیں نکلتی ہوں، تو یہ حسن کلام ہے لیکن اس کے برخلاف نثر میں اگر ایک جملے میں کئی معنی ہوں تو یہ نثر کا عیب ہے یہاں تو ''ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کیلئے'' والی بات ہے۔ نثر میں جو بات کہی جائے وہ صاف طریقے سے کہی جائے۔ یہ اس کا اولین مطالبہ ہے۔ یہاں میں نثر اور نظم کا مقابلہ کسی کو برتر یا کم تر ثابت کرنے کیلئے نہیں کر رہا ہوں۔ کیونکہ ان میں کم تر کوئی بھی نہیں۔ اور نہ ان کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ نثر کے اپنے مطالبے اور اپنے آداب ہیں۔ اور نظم کی اپنی دنیا ہے۔ اس کی محفل کا اپنا نظم ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ادب کی شاخ ہونے کے رشتے سے دونوں کے